ترجمہ و تلخیص

حسن البنا شہیدؒ کے سیاسی افکار

تحریر: اے. زیڈ العابدین
مترجم: مولانا سکندر علی اصلاحی

بیسویں صدی کی سب سے بڑی، بااثر اور احیاء اسلام کی علمبردار تحریک "الاخوان المسلمون" کے بانی امام حسن البناؒ تھے۔ یہ تحریک مصر میں ۱۹۲۸ء میں وجود میں آئی۔ رچرڈ مچل (R. Mitchell) کی تحقیق کے مطابق ۱۹۴۸ء میں اس کے سرگرم کارکنوں کی تعداد ۵ لاکھ تھی۔ ان کے حامیوں کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ حسن البنا کی حیات ہی میں اخوان کی شاخیں شام، اردن، سوڈان، الجیریا، فلسطین اور عراق میں بھی قائم ہو چکی تھیں۔ اس وقت عالم اسلام میں احیاء اسلام کی جو تحریکیں موجود ہیں ان میں سے بیشتر براہ راست یا بالواسطہ اخوان کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئی ہیں۔ سوڈان کی نیشنل اسلامک فرنٹ تیونس کی اسلامک ٹرینڈ موومنٹ اور مصر کی بہت سی اسلامی جماعتیں دراصل حسن البنا، کی قائم کردہ اخوان المسلمون ہی کی اثر پذیر تنظیمیں ہیں۔ ایران کا اسلامی انقلاب شاہی حکومت کا تختہ پلٹنے اور اس کے لیے عالم اسلام میں وسیع پیمانہ پر داد تحسین پانے کے باوجود اخوان کے اثرات کو زائل نہ کر سکا، عراق اور لبنان کے کچھ شیعہ فرقے اور اسلامی تنظیمیں جو خود کو امام خمینی کے نظریات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہی ہیں اس اثر سے آزاد نظر آتی ہیں۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ خود ایرانی "اخوان" کے نظریات سے متاثر تھے کیونکہ حسن البنا، اور سید قطب کی متعدد کتابوں کا ترجمہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان فارسی زبان میں ہو چکا تھا۔

الاخوان المسلمون کی سب سے امتیازی صفت اس کا واضح فکر اور اس کا اظہار ہے کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات، ایک ہمہ گیر لائحہ عمل اور تعلیم و تربیت کا ایک جامع ضابطہ ہے۔ حسن البناء اپنے اس اسلامی فکر کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

"اسلام ایک ہمہ گیر نظام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ ریاست ہو یا ملک، حکومت ہو یا قوم۔ یہ اخلاقی اقدار کا ضامن ہے اور رحم و عدل کی قوت کا امین بھی۔ یہ ایک تہذیب و قانون ہے۔ منبع علم اور نظام عدالت بھی، اس میں مادہ و دولت کی رعایت بھی ہے اور کسب مال اور تونگری کی گنجائش بھی۔ یہ جہاد و دعوت ہے۔ اس میں فوجی اصول و ضوابط بھی ہیں اور سچے حقائق و عبادات کا مجموعہ بھی[۱۰]۔" اسلام کی یہ جامع، موثر تعبیر قرآن و حدیث دونوں سے بآسانی واضح کی جاسکتی ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کا سیاسی پہلو جو نفاذ شریعت کا ذریعہ بنتا ہے آج اسلامی احیاء کا بنیادی مقصد ہے[۱۱]۔

اخوانیوں نے اپنے ہمہ گیر اسلامی تصور کو بڑی کامیابی کے ساتھ مختلف سرگرمیوں کی صورت میں پیش کیا، ان میں دعوت و ارشاد، سیاسی سرگرمیاں، تجارت، تعلیم، سماجی اور فلاحی خدمات، تعمیر اخلاق و کردار، فوجی تربیت، کھیل کود و تفریحات وغیرہ شامل ہیں۔ حسن البناء نے اپنی تحریک کو ایک روایتی مذہبی دعوت، سنی طریقہ صوفی سلسلہ، سیاسی تنظیم، اسپورٹس کلب، تہذیبی اور علمی و ثقافتی انجمن، مالی ادارہ یا سماجی فلسفہ کے طور پر پیش نہیں کیا[۱۲] بلکہ انھوں نے اسلام کی تعبیر و ترجمانی کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا جو بہت سے لوگوں بالخصوص نوجوانوں کے لیے جاذب نظر اور پرکشش ثابت ہوا۔

اخوان کی ترقی اور نشوونما کا بیشتر انحصار اس کے مؤسس حسن البناء پر ہے جو اپنی تاریخ شہادت ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء تک اخوان کے مرشد عام رہے۔ حسن البناء اپنے والد سے بہت متاثر تھے جو حنبلی مکتبۂ فکر کے ممتاز عالم دین اور تحریکی شعور کے ساتھ دین کا گہرا علم رکھتے تھے۔ تیرہ سال کی عمر ہی سے انھوں نے مختلف دینی تحریکوں سے وابستگی کا سلسلہ شروع کیا اور جب وہ اعدادی درجہ کے طالب علم تھے تو متعدد انجمنیں قائم کیں[۱۳]۔ حسن البناء بہادر اور ذہین شخص تھے جنھوں نے اسلامی مقاصد کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر وقف کر دیا۔ ان کے ایک قریبی دوست نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ "وہ حیرت انگیز یادداشت، غیر معمولی استعداد، فنِ

خطابت اور شخصی جاذبیت جیسی صفات سے مزین و آراستہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ پیدائشی قائد و رہنما تھے"۔[۶]

مصر کے سابق صدر انور السادات حسن البناء کے ساتھ ۱۹۴۰ء میں پہلی ملاقات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جبکہ وہ یوم میلاد النبیؐ کے موقع پر "معادی" فوجی چھاؤنی میں لکچر دینے آئے تھے۔ موضوع کے انتخاب کا انھیں بہترین ملکہ حاصل تھا۔ دین کا فہم نہایت گہرا اور ان کی تقریر متاثر کن تھی۔ حقیقت میں ہر نقطۂ نظر سے وہ ایک دینی رہنما تھے۔[۷]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ انھوں نے الاخوان المسلمون کی بنیاد "الاسماعیلیہ" میں اس وقت ڈالی جب وہ صرف بائیس سال کے تھے۔

۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء کے عرصہ میں مصر کے سیاسی و سماجی حالات کی وجہ سے اخوان کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مصر کی نہر سویز Suez canel برطانیہ کے زیر استعمال تھی اور شدید مطالبات کے باوجود برطانوی حکومت اسے مصر کے حوالہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی جس نے مصریوں میں دوسری جنگ عظیم کے دوران ابھرتے ہوئے وطن پرستی کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچائی تھی۔[۸] غیر مستقل مصری حکومتیں انگریزوں کی ہم سری نہیں کر سکتی تھیں۔ شاہ فاروق جسے حکومت کو نامزد کرنے پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے اور دستور کو معطل کرنے کا اختیار تھا اس نے دستور کو بارہا معطل کرکے دستوری قوانین کا مذاق اڑایا کسی پارلیمنٹ کو اپنی مدت پوری نہیں کرنے دی اور بارہا ایسی حکومت ــــ مقرر کی جسے پارلیمنٹ کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں تھا۔ Sir Miles Lampson نے جو قاہرہ میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۶ء تک برٹش گورنمنٹ کے ہائی کمشنر تھے۔ شاہ فاروق کا ذکر جاہل، ان پڑھ، کاہل، جھوٹا، غیر مستقل مزاج، غیر ذمہ دار اور ناکام جیسے الفاظ سے کیا ہے۔[۹]

سنگین معاشی صورت حال، سیاست دانوں کی بدعنوانیاں اور سیاسی پارٹیوں کے مسلسل جھگڑوں نے عوام کے بیشتر حلقوں میں محرومی اور مایوسی کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ سیاسی میدان میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا جسے ایک دینی تحریک کے ذریعہ ہی پُر کیا جا سکتا تھا۔

حسن البناء شہیدؒ کی سیاسی فکر امت مسلمہ کے زوال کے بارے میں ان کے

تجزیہ سے بہت متاثر ہوئی جو خلافتِ عباسیہ کے انتشار اور مسلم ملکوں کے انیسویں صدی میں استعماری قبضہ میں آنے سے واقع ہوا تھا۔ اس کا ذکر وہ اپنے ایک کتابچہ میں اس طرح کرتے ہیں:[۱۰]

(الف) سیاسی اختلاف اور اقتدار و دولت کے معاملہ میں مسلمانوں کا باہمی تصادم۔

(ب) مذہبی اور فرقہ وارانہ جھگڑے۔ اسلام کو ایک لائحہ عمل کے روپ میں چھوڑنا اور محض زبانی وابستگی

(ج) مسلم حکمرانوں کی عیش پسندی اور فضول خرچی۔

(د) عرب کے ہاتھوں سے سیاسی قوت کا نکل کر ان ایرانیوں اور ترکوں کے ہاتھوں میں چلے جانا جو ابھی نومسلم تھے اور قرآن کی زبان سے ناآشنا تھے۔

(ہ) علمی ضوابط اور آفاقی علم سے تغافل اور نظریاتی فلسفوں اور لاحاصل مطالعہ میں وقت کا ضیاع۔

(و) مسلمانوں کی جانب سے اپنی قوت کے باب میں خود فریبی اور دیگر قوموں کی سماجی ترقی اور بڑھتی ہوئی طاقتوں سے تجاہل۔

(ز) طرزِ زندگی اور رہن سہن میں مسلمانوں کا کافرانہ روش اختیار کرنا جو ان کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوا۔

یہ سادہ سا تجزیہ حسن البناؒ کے لیے بہت کافی تھا۔ وہ کوئی معاشرتی مؤرخ نہ تھے جو قدیم تاریخ کے پیچیدہ مسائل کی چھان بین کرتے۔ وہ ایک مشن کے علمبردار تھے جن کی خواہش تھی کہ وہ لوگوں میں اتحاد پیدا کریں اور حرکت میں لے آئیں۔ حسن البنا اس بات پر برہم تھے کہ مغربی مادہ پرستانہ تہذیب، معاشی نظام و جدید تعلیم کے راستہ سے مسلم ملکوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہی ہے جس کی وجہ سے مسلم شخصیت بالکل مسخ ہوتی جا رہی ہے۔ انھوں نے ترکی کی مثال پیش کی کہ وہ اپنے درخشاں ماضی سے دستبردار ہو گیا اور اعلان کر دیا کہ وہ ایک سیکولر ریاست ہے۔ انھوں نے واضح کیا کہ وہ مسلم ممالک جنھوں نے مغربی مادہ پرستانہ تہذیب کو اختیار کیا ہے۔ انھوں نے اس کے مفید پہلوؤں جیسے علم، صنعت اور دوسرے فنون سے کسب فیض اختیار نہیں کیا جو ان کی طاقت و قوت میں اضافہ کا باعث ہو سکتا تھا۔[۱۱] حسن البناء کا احساس تھا کہ رقص و سرود، مے نوشی، قمار بازی اور مغربی لٹریچر

اور کلچر جیسی دل فریب چیزوں میں دلچسپی سے بہت بڑے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ ان کو یقین تھا کہ یورپی طاقتوں نے عالم اسلام کو کمزور کرنے اور ان پر تسلط قائم کرنے کی جو تدابیر اختیار کی تھیں ان میں مسلم ممالک کا اخلاقی انحطاط، معاشی دیوالیہ پن میں مبتلا ہونا اور مذہب مخالف تعلیم کو رواج دینا بہت اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا:۔

"یورپیوں نے مسلم ممالک کو ان سے روپے قرض لینے کی ترغیب دی جو ان ممالک کی معیشت میں مداخلت کے لیے وجہ جواز بن گیا اور پھر ان کو اپنے سرمایہ، بینکوں اور کمپنیوں سے بھر دیا۔ وہ اس لائق تھے کہ اپنے مفاد کے لیے ملک کی دولت کو پورا پورا استعمال کر کے اپنی خواہش کے مطابق معاشی نظام کا خاکہ تیار کریں۔ انھوں نے لاادریت (Agnosticism)، کفر والحاد اور مذہب و وطن سے نفرت و بیزاری کو عام کرنے کے لیے تعلیمی و ثقافتی ادارے قائم کیے۔ ان کو ایسے تعلیم یافتہ افراد درکار تھے جو اپنے مذہب اور اپنے کلچر اور تہذیب سے دستبردار ہو کر مغرب کی ہر معمولی و غیر معمولی چیز کے عقیدتمند ہوں۔ انھوں نے اپنے اسکولوں میں صرف اعلیٰ طبقہ کے بچوں کو داخلہ دیا جو سماج کے لیڈر اور حکمراں بن سکیں"[۱۲]

حسن البناء کے خیال میں اس دور کا سب سے سنگین مسئلہ عالم اسلام کا رسوا کن انحطاط و زوال تھا۔ جس کی بنا پر وہ یکے بعد دیگرے یورپی استعمار کے زیر تسلط آ گئے۔ انھوں نے انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک پھیلے ہوئے مسلم ممالک کو ایک لائحہ عمل دیا جو نوآبادیاتی قانون کے تحت آ گئے تھے۔ حسن البناء مختلف عرب قوم پرستوں کے برخلاف اس سے بہت رنجیدہ تھے کہ عثمانی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ مسلم ممالک کے مضبوط اتحاد کے لیے بہت متفکر تھے اور اس فکر میں مصر کے بہت سے سیاسی لوگ ان کے شریک نہ تھے۔ ان کو اس وقت بہت خوشی ہوئی جب کچھ ملکوں نے نوآبادیاتی نظام سے بغاوت کر کے کسی نہ کسی طرح اپنی آزادی قائم کر لی اگرچہ یہ آزادی مکمل طور پر وطن پرستی کی بنیاد پر حاصل ہوئی تھی[۱۳]۔ یہی وجہ ہے کہ حسن البناء نے الاخوان المسلمون کے بنیادی اغراض و مقاصد یہ بیان کیے۔

(۱) تمام عالم اسلام کی ہر طرح کے غیر ملکی تسلط سے آزادی۔

(۲) اسلامی حکومت کا قیام جو عالم اسلام میں اسلام کے قانون اور اس کے سماجی

نظام کو نافذ کرے اور تمام انسانوں تک اسلام کے پیغام کو پھیلائے۔[۱۴]

حسن البناءؒ کو واقعتاً اس پر اصرار تھا کہ مسلمانوں کو پھر سے اسلامی خلافت قائم کرنا چاہیے کیونکہ یہ ان کے اتحاد کی علامت اور اس کے ساتھ ان کا دینی فریضہ بھی ہے۔ اس طرح الاخوان المسلمون نے اسلامی خلافت کے قیام کو اولین اہمیت دی۔ بہرحال حسن البناء نے تسلیم کیا کہ ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں میں معاشی و ثقافتی میدان میں باہمی تعاون کو مضبوط کرنے اور آپس میں فوجی معاہدہ و مصالحت پر زور دینا چاہیے۔[۱۵] اسی طرح حسن البناء نے عرب لیگ کی تجویز کو قبول کیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ اس کے پیچھے برطانوی طاقت کارفرما ہے۔ اس موقع کو عرب اتحاد کے لیے پھر بعد میں تمام عالم اسلام کے اتحاد کے لیے غنیمت جانا۔[۱۶] حسن البناء نے اسلامی سیاسی نظام کے امتیازات کو اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی کہ وہ تعلیم یافتہ افراد اور سیاسی لیڈر دونوں کے لیے قابل فہم و باعث کشش ہو۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اسلامائزیشن کے عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلم ممالک میں استعماری قوتوں کا نافذ کردہ سیکولر نظام ہے۔ حسن البناء نے اسلام کے سیاسی نظام میں جو کچھ بھی کشش محسوس کی ہو ان کا محرک یہ تھا کہ ملکی نظام قرآنی احکام کے مطابق روبہ عمل لایا جائے۔ جس کا مطالبہ ہے کہ قانون اللہ تعالیٰ ہی کا نافذ ہونا چاہیے۔

حسن البناء کے مطابق اسلامی حکومت تین ستونوں پر قائم ہوتی ہے۔ حکمراں کی جوابدہی، امت کا اتحاد اور اس کی فلاح و بہبود کا اہتمام۔ حکمراں اللہ کے سامنے اور اپنی رعایا کے سامنے جواب دہ ہے۔ وہ امت کا خادم ہے اسے عوام کا مفاد ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ وہ اپنی مکمل کارکردگی کی بنیاد پر سزا یا انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ امت کے اتحاد کی بنیاد اسلامی اخوت پر ہے جس میں نفرت و رقابت اور اختلاف و گروہ بندی کی اجازت نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مشورہ دینے اور رایوں کی آزادی پر بھی پابندی ہوگی۔ رعایا کے معاملات میں مشورہ، حکمراں کے حرکات و سکنات کی نگرانی اور امت کی خواہشات کا احترام لازم ہے۔ حسن البناء اس بات پر خاص زور دیتے ہیں کہ حکمراں کو اپنے معاملات میں بہتر صلاح و مشورہ قبول کرنا چاہیے۔ گرچہ ان کی رائے میں حکمراں تمام رایوں کا پابند نہیں ہے۔ وہ واضح طور پر یہ کہتے ہیں کہ ان معاملات میں جن کے بارے میں قرآن یا احادیث میں کوئی ہدایت نہیں ہے حکمراں کا فیصلہ پوری قوم پر

قابل نفاذ ہوگا[17] حسن البناء اپنے اولین شاگرد عبدالقادر عودہ کی بہ نسبت کم نرم تھے جن کا یہ استدلال ہے کہ حکمراں پر شوریٰ کا فیصلہ لازم ہے[18] حسن البناء کے مطابق اسلامی حکومت کی یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر چاروں خلفاء راشدینؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت مکمل طور سے قائم تھی۔ حسن البناء مسلم امت کے درمیان اختلاف اور تصادم کے باب میں بہت حساس تھے۔ انھوں نے بہت سی ایسی حدیثوں کا حوالہ دیا ہے جن میں ملت میں انتشار پیدا کرنے والوں کو سخت سزائیں سنائی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے حسن البناؒ مصر کے معاشرہ میں سیاسی پارٹیوں کی موجودگی کے سخت مخالف تھے۔ حسن البناءؒ نے مصری دستور کے اختیار کردہ نمائندگی کے اس طریقہ کو اسلامی نظام سے قریب تر ہونے کی وجہ سے قبول کیا تھا کیونکہ یہ مذکورہ بالا ستونوں پر قائم تھا۔ وہ حکومت کے لیے حزب اختلاف کی موجودگی کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ وہ بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ تنہا ایک جماعت پوری ملت کی نمائندگی کر سکتی ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ سیاسی پارٹیوں نے مصر کی معاشرتی زندگی کو آلودہ کر دیا ہے۔ ان کی آپسی رسہ کشی اور جھگڑوں نے بہت سی سماجی برائیوں کو جنم دیا ہے۔ صحیح معنوں میں انھیں سیاسی پارٹی کہنا بھی غلط ہے اس لیے کہ ان کے پاس کوئی متعین پالیسی یا پروگرام نہیں ہے۔

وہ محض کچھ گروپ ہیں جو شخصی اختلافات کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مصر جیسے ملک میں اس طرح کی صورت حال کبھی بھی برداشت نہ کی جانی چاہیے[19] یہ صحیح ہے کہ مصر کی تینوں حزب اختلاف دراصل وہاں کی مقبول ترین پارٹی "وفد" ہی کا ٹوٹا ہوا حصہ تھیں۔ انھوں نے قوم کی اس نمائندہ جماعت "وفد" کی حمایت نہیں کی۔ جو مسلسل چھ پارلیمانی انتخابات میں ستر فیصد سے زائد کی عوامی حمایت حاصل کر رہی تھی[20]

بنیادی طور پر حسن البنا نے مصری دستور کو منظور کر لیا تھا مگر ان کو بعض بنیادی دفعات پر اعتراض تھا کہ وہ مبہم ہیں اور ان کے بنیادی اصول واضح نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اچھی طرح نافذ بھی نہیں کیا جا سکا۔ کیونکہ نمائندگی کا نظام بدعنوانی سے بُرا اور غیر مستحکم ثابت ہوا۔ وہ ایک ایسے نظام حکومت کے حامی تھے جس میں کابینہ ایک سربراہ ریاست کے ماتحت ہو جیسا کہ امریکہ کے دستور حکومت میں ہے۔ انھوں نے اپنی ترجیحات کو "الماوردی" کے افکار کے حوالہ سے واضح کیا[21]

لیکن یہ کچھ زیادہ بامعنی معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ خیالات عباسی خلافت کے خاتمہ کے وقت پیش کیے گئے تھے۔ حسن البناء نے احسن طریقے پر سربراہ ریاست کی تقرری کے مسئلہ کو نظر انداز کیا وہ موروثی شہنشاہی کی حمایت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ یہ خلفاء راشدین کے نمونہ کے خلاف تھی اور اسی کے ساتھ ساتھ "الاخوان" کے لیے شاہ فاروق کی ناراضگی مول لینا بھی مناسب نہ تھا جبکہ یہ تنظیم پہلے ہی سے ملک کی بیشتر سیاسی پارٹیوں سے متصادم تھی۔

مصر کے دستور میں یہ کہا گیا تھا کہ "ریاست کا مذہب اسلام ہے"، حسن البناء نے ملک کے قانون کو اس دعویٰ کے خلاف پایا۔ حکومت کے قوانین اسلامی اصولوں کے برخلاف تھے۔ قمار بازی، زنا، شراب نوشی منشیات کا استعمال اور سود کے لین دین کی اجازت عام تھی۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ ملک کا دستور شریعت کے قانون کے مطابق ہونا چاہیئے[۲۲] باوجودیکہ یہ بات مشتبہ تھی کہ ان لوگوں نے جنھوں نے ۱۹۲۳ء میں دستور کو منظور کیا تھا اس دفعہ سے ان کا مقصود شریعت کا نفاذ تھا۔ وفد پارٹی جس نے پہلے پارلیمنٹ میں نوے فیصد سیٹیں حاصل کی تھیں اور اسی نے دستور کو ۱۹۲۴ء میں قطعی شکل دی۔ یہ پارٹی سیکولر نظام کی حامی تھی۔ حسن البناء اچھی طرح سمجھتے تھے کہ صرف اسلام کے جامع نظام کے نفاذ پر بہت زیادہ زور دینا مصلحت کے مطابق نہ ہوگا جیسا کہ کچھ دوسرے سرگرم مسلمانوں کا طرز عمل تھا۔ انھوں نے بتایا کہ اسلام تمام پہلوؤں کو واضح کرتا ہے اور بنیادی اصول پیش کرتا ہے، مفصل قانون تشکیل نہیں دیتا۔ اسلام سے خوف نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ تو بہت نرم، لچکدار اور سماجی تبدیلیوں کے لیے موزوں ہے[۲۳]

مصر کے انتخابی طریقے پر حسن البناء نے اس لیے تنقید کی کہ وہ باصلاحیت نمائندوں کے انتخاب میں معاون نہیں ہے[۲۴]۔ اپنی بات کو اچھی طرح ثابت کرنے کے لیے حسن البناء نے دستوری قوانین کے بارے میں ماہر قانون ڈاکٹر سید صابری کے فراہم کردہ اعداد و شمار پیش کیے جس کی رو سے پارلیمنٹ میں عوام کے بارہ[۱۲] فیصد لوگوں سے زیادہ کی نمائندگی کبھی نہ ہوئی۔ بہرحال انتخابی طریقے کی اصلاح کے لیے حسن البناء کے پیش کردہ اس پانچ نکاتی منصوبے کا نفاذ اس لیے مشکل تھا کہ اسے

عـام مقبولیت حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ منصوبہ درج ذیل نکات پر مشتمل تھا[۲۵]۔

۱۔ امیدوار کے لیے اوصاف وخصوصیات کا تعین ہونا چاہیے، مثلاً اس کے پروگرام وپالیسی کی وضاحت کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ پورے جماعتی نظام کی اصلاح کے ساتھ ہی یہ منصوبہ روبعمل ہونا چاہیے۔

۲۔ انتخابی مہم سے متعلق سرگرمیوں کی تحدید اس طور سے ہو کہ وہ ذاتی زندگی اور انفرادی معاملات میں مداخلت کے بغیر صرف اجتماعی پروگرام اور پالیسیوں پر مبنی ہو۔

۳۔ انتخابی قانون میں ترمیم (اس طرح کہ ہر مستحق شخص کو ووٹ ڈالنے کا حق ہو) اور شناختی کارڈ کے اجراء کا عام نفاذ۔

۴۔ انتخابی مہم میں فریب دہی اور رشوت خوری پر سخت سزا کی تعیین۔

۵۔ ہر حلقہ انتخاب میں انفرادی طریقہ کے بجائے لسٹ سسٹم کا اختیار کیا جانا۔

حسن البناء نے یہ تجاویز اس وقت پیش کیں جب ۱۹۴۵ء کے الکشن میں مقامی حکومت اور برطانیہ کی مبینہ طور پر مداخلت کے سبب وہ اور اخوان کے پانچ سرگرم ممبر شکست کھا گئے[۲۶]۔ غالباً حسن البناء الکشن کے لسٹ سسٹم کے اختیار کیے جانے کی تجویز کے اس نتیجہ سے بے خبر تھے کہ اس کی وجہ سے سیاسی پارٹیوں کو مضبوطی حاصل ہوگی اور ایک پارٹی نظام کی پیروی کی صورت میں انتخاب کی آزادی کا اصول بالکل ختم ہوجائے گا۔ حسن البناء مروجہ اسلامی روایت کے مطابق ارباب حل وعقد کی کامیابی کے آرزومند تھے لیکن انھوں نے کوئی عملی صورت پیش نہ کی کہ یہ نظام کس طرح مصر کی معاصر قومی حکومت میں اس وقت نافذ کیا جا سکے گا۔ محسوس ہوتا ہے کہ حسن البناء مصر کے دستور کے متعلق اپنی تجاویز سے کچھ اور آگے بڑھ کر سیاسی انقلابی اصلاحات چاہتے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں الاخوان المسلمون کی چھٹی کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ وہ مکمل اصلاح اور انقلاب چاہتے ہیں جو پورے سیاسی ڈھانچہ کو تبدیل کر سکے اور جسے پوری قوم کا تعاون حاصل ہو[۲۷]۔

حسن البناء کے نزدیک سب سے اہم قومی مسئلہ برطانوی تسلط سے سوڈان (وادیٔ نیل) اور مصر کو نجات دلانا تھا۔ ۱۸۸۲ء میں مصر برٹش حملہ کے بعد عملی طور پر برطانوی حکومت کا ایک مؤثر جزبن گیا تھا۔ مصری باشندے برطانوی حکومت کو اپنی عزت ووقار

کے منافی سمجھتے تھے اور مصر میں اس کا وجود قابل نفرت تھا۔[۲۸] بہت سارے مصری سیاستدانوں کی طرح البنا، بھی سوڈان کو مصر کا ایک لازمی حصہ تصور کرتے تھے لیکن اس خیال میں استحصال یا تسلط کا کوئی جذبہ شامل نہ تھا۔ انھوں نے بتایا کہ برطانیہ سے کئی سال تک طویل گفت وشنید اور یو، این سیکورٹی کونسل کی ثالثی کے باوجود کوئی کامیابی نہ ملی۔ اب اس کے سوا کوئی راستہ نہ تھا کہ برطانیہ کو دشمن قرار دیا جائے، اس کے تمام معاہدوں کو ختم کر دیا جائے اور پوری قوم کو جہاد کے لیے تیار کیا جائے۔[۲۹] حسن البنا، نے بتایا کہ مصر کے لوگ ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار تھے مگر ان کی حکومت ہی کمزور اور مذبذب تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ مصر کی آزادی سوڈان، لیبیا، اریٹیریا اور تمام مسلم ملکوں کے لیے باعث تحریک ہوگی۔

حسن البنا، اور ان کے رفقاء نے دوسری جنگ عظیم کے بعد معاشی مسائل پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنا شروع کیا۔ اس دوران سیاسی رہنماؤں نے اسلامی معیشت کے موضوع پر سات کتابیں لکھیں۔[۳۰] حسن البنا، نے اسلامی نظام معیشت کو مختصراً درج ذیل دس نکات میں بیان کیا ہے۔[۳۱]

۱۔ بہترین سرمایہ وہ ہے جس پر انسانی معیشت کی بنیاد ہے اس لیے اسے مناسب طور پر (تجارت وغیرہ میں) لگایا جائے تو اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

۲۔ ہر مستحق شخص کو کام مہیا کیا جائے۔

۳۔ قدرتی ذرائع کو قابل استعمال بنایا جائے۔

۴۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ممنوع ذرائع آمدنی مثلاً قمار بازی، سودی لین دین اور دغابازی وفریب دہی پر مکمل پابندی عائد ہو۔

۵۔ مختلف طبقوں کے درمیان مالی اعتبار سے فرق کو کم سے کم کیا جائے یہاں تک کہ بہت زیادہ دولت مند اور بالکل مفلوک الحال طبقہ کا خاتمہ ہو جائے۔

۶۔ ہر شہری خاص طور سے معذوروں کو سماجی تحفظ دیا جائے تاکہ انھیں معاش کی ضمانت حاصل ہو۔

۷۔ صدقات وخیرات، تعاون اور باہمی اتحاد کی حوصلہ افزائی اور ترویج کی جائے۔

۸۔ جائداد اور ذاتی ملکیت کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور اس میں مداخلت نہ کی جائے الّا آنکہ یہ عوام کے مفاد سے متصادم ہو۔

۹۔ عوام کے حقوق و مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مالی معاملات انجام دیئے جائیں۔

۱۰۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی نظام کو تحفظ فراہم کرے اور حکومت کے وسائل کو صحیح و دانشمندانہ طور پر صرف کرے۔

حسن البناء کو شکایت تھی کہ مصر کے قدرتی و قیمتی ذرائع کو رفاہِ عام کے لیے اچھی طرح استعمال نہیں کیا جا رہا ہے اور ملک غیر ملکی استحصال، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم اور معاشی بے ضابطگی کی وجہ سے خسارہ میں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ غیر ملکی کمپنیاں بجلی، پانی سپلائی، ذرائع حمل و نقل، کارخانوں اور مالیاتی اداروں میں اجارہ داری قائم کر کے عوام کا استحصال کر رہی ہے اور خود کثیر منافع سمیٹ رہی ہے۔ انھوں نے انکشاف کیا کہ مصر کے اندر ملکی کمپنیوں کی تعداد صرف گیارہ ہے جبکہ غیر ملکی کمپنیاں ۳۲۰ ہیں جنھوں نے صرف ۱۹۳۸ء میں ساڑھے سات کروڑ پاؤنڈ کا منافع کمایا۔[۳۲] ان غیر ملکی کمپنیوں کی حمایت نوآبادیاتی طاقتیں کر رہی ہیں اور انہی مصریوں کے بل بوتے پر دولت اکٹھا کر رہے ہیں جن کو وہ حقیر اور قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے مطالبہ کیا کہ غیر ملکی کمپنیاں خاص طور سے وہ جو رفاہِ عام کے لیے ہیں مصری قوم کے ہاتھوں میں ہونی چاہئیں۔[۳۳]

دولت کی غیر مساویانہ تقسیم پر انھوں نے تنقید کی اور واضح کیا کہ چالیس لاکھ کاشتکار ایسے ہیں جن کی ماہانہ آمدنی ایک پاؤنڈ سے بھی کم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا معیار زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہے[۳۴] جب کہ ۵ لاکھ مزدور بے روزگار ہیں۔ ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے بیمار، مریض اور ناخواندہ افراد کے اعداد و شمار بھی فراہم کیے۔ اس صورت حال کے علاج کے لیے حسن البناء نے بڑی بڑی زمینوں کے مالکوں کو کچھ معاوضہ دیکر زمین لینے اور چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں میں کچھ زمینیں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے زکوٰۃ کو ایک ایسے ٹیکس سے تعبیر کیا جو غریبوں کی اعانت کے لیے نافذ کیا جاتا ہے اور یہ نظام محصول کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

انھوں نے یہ بھی واضح کیا کہ مصری معیشت کی تبدیلی کے لیے بڑے کارخانوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے اور سیاسی لیڈروں کے غیر ذمہ دارانہ اخراجات پر پابندی عائد ہونی چاہیے۔ اسی وجہ سے ان کو یقین تھا کہ سماج کے بحرانی نظام کو تبدیل کرنے کے لیے جانفشانی اور سخت محنت کی ضرورت ہے، لہٰذا معاشی

تعاون کے لیے انھوں نے عرب اور تمام مسلم ملکوں کو دعوت دی[۳۵]۔ ایک عملی شخص ہونے کی وجہ سے البناء نے اسلام کے معاشی نظام کی کامیابی کے عملی ثبوت پیش کرنے پر زیادہ توجہ دی۔ انھوں نے کارخانوں، تجارت اور پریس (طباعت) پر مبنی سات کمپنیاں قائم کیں۔ کمپنیوں کا سرمایہ چار ہزار سے ساٹھ ہزار مصری پونڈ کے درمیان تھا جو بیشتر اخوان کے ممبران سے تجارت میں شرکت کے طور پر لیا گیا تھا[۳۶]۔ ان کمپنیوں میں کام کرنے والوں کو حصص لینے پر ابھارا جاتا تھا۔ ان کمپنیوں سے کامیابی کے آثار نظر آرہے تھے لیکن وہ جلد ہی اس وقت گورنمنٹ کے ہاتھوں ضبط کرلی گئیں جب ۱۹۴۸ء میں اس تنظیم (سوسائٹی) کو تحلیل کردیا گیا۔ حسن البناء نے اخوانی دستور میں یہ بات درج کی کہ ہر ممبر ملازمت کے بجائے آزاد تجارت کو ترجیح دے گا، اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہ کتنا ہی مالدار ہے اسے کسی نہ کسی کام میں مصروف ہونا چاہیے اور اسے وہی سامان خریدنا چاہیے جو مسلم ملکوں میں تیار کیے جاتے ہیں[۳۷]۔

مسلم ملکوں میں اسلام پسندوں کی تباہی و بربادی کی بنیادی وجہ سیاسی قوت کے حصول کا الزام ہے۔ حسن البناء نے بارہا اس خیال کی تردید کی کہ اخوان حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ تو کسی ایسی حکومت کی حمایت کے لیے آمادہ ہیں جو اسلامی نظام کو نافذ کرنے کا عہد کرے۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حسن البناء — اپنی تحریک کے ذریعہ حکومت پر دباؤ ڈال کر اسلام کے مطابق حکومت میں تبدیلی لانا چاہتے تھے اور اس طرح اخوان المسلمین کی پوزیشن صرف ایک پریشر گروپ کی قرار پائی تھی۔ ۱۹۴۵ء تک الکشن مہم سے گریز کرتے ہوئے، اسلامی پالیسی کے اختیار کرنے کی ضرورت واہمیت کے بارے میں وزیر اعظم اور سیاسی لیڈروں کو خط لکھتے رہے اور مختلف طریقوں سے صورتِ حال کی وضاحت کرتے رہے۔ ۱۹۴۲ء کے الکشن میں وزیر اعظم "النحاس" کی درخواست پر ایک امیدوار کی حیثیت سے انھوں نے اپنا نام محض اس لیے واپس لے لیا کہ گورنمنٹ منشیات اور قحبہ گری پر پابندی لگائے گی[۳۸]۔

امام حسن البناء نے اس بات کی پرخلوص کوشش کی کہ شاہ فاروق ان کے اسلامی پروگرام کے معاون ومددگار بن جائیں۔ انھیں توقع تھی کہ اس طرح ان کا مشن بہت

قلیل مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔[۳۹]

۱۹۳۸ء میں الاخوان کی پانچویں کانفرنس میں ممبروں کو خطاب کرتے ہوئے حسن البنا نے کہا تھا کہ "موجودہ متعصب و تنگ نظر حکومتیں اسلامی نظام کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔ ایسی صورت حال میں اسلامی مصلحین کے لیے صرف دعوت و تبلیغ پر قناعت کرنا اور سیاسی اقتدار کے لیے دعوے دار نہ بننا مجرمانہ عمل ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ حسن البناؒ نے اس تصور کو کس طرح عملی جامہ پہنایا؟

الاخوان المسلمون کو اپنے منصوبوں کی کامیابی کے لیے دیگر سیاسی پارٹیوں کی طرح سیاسی ذریعہ اختیار کرنے کی پوری آزادی تھی۔ لیکن حسن البنا نے Ministry of social Affairs (وزارت برائے معاشرتی امور) سے اپنی تحریک کو مذہبی اور سماجی تنظیم کی حیثیت سے منظور کرانے کو ترجیح دیا۔[۴۰] اس کے باوجود اخوان المسلمین کو وہ بہتر تحفظ حاصل نہ ہوسکا جس کے لیے وہ اصلاً کوشاں تھے، اس کے برعکس تنظیم کے خلاف مختلف قسم کی پابندیاں عائد کی جاتی رہیں یہاں تک کہ آخر میں اسے ۱۹۴۸ء میں مکمل طور پر تحلیل کر دیا گیا اور مختلف حکومتوں کی جانب سے اس اقدام کو اس وجہ سے صحیح قرار دیا گیا کہ تنظیم سیاسی معاملات میں مداخلت کر رہی تھی۔[۴۱] اخوان نے اپنی ان سیاسی سرگرمیوں کو اسی بنیاد پر صحیح سمجھا کہ "اسلام ایک ہمہ گیر نظام حیات ہے جو مذہب اور سیاست میں کوئی تفریق نہیں کرتا" تاہم مصر تیسری اور چوتھی دہائی میں ایک سیکولر اسٹیٹ تھا جس نے مذہب اور سیاست کے درمیان ایک واضح خط امتیاز کھینچ رکھا تھا۔

اخوان کو ایک سیاسی تنظیم کی حیثیت سے رجسٹرڈ نہ کرانے کی وجوہ و اسباب درج ذیل ہیں:۔

(۱) سیاسی سرگرمیوں کے لیے مناسب جمہوری تحفظ کی کمی۔
(۲) موجودہ سیاستدانوں کی تخریبی و منفی سیاسی سرگرمیاں۔
(۳) اس کی وجہ سے تنظیم کو لاحق ہونے والے خطرات۔

مصر میں جمہوری نظام ۱۹۲۳ء کے دستور کے مطابق نافذ ہوا مگر یہ بادشاہ کے وسیع اختیارات اور حکومت کے کام کاج میں برطانیہ کی مداخلت کی وجہ سے کامیاب نہ ہوا۔ دستور بارہا معطل کیا گیا، کبھی بھی کوئی ایسی پارلیمنٹ نہ رہی جس نے کہ اپنی کارگزاری کی

مدت پوری کی ہو اور یہ استثناء نہیں بلکہ کلیہ بن چکا تھا کہ شاہ گورنمنٹ نامزد کرتے تھے جیسے پارلیمنٹ میں اکثریت نہ حاصل ہو، اس کا لازمی نتیجہ حکومت کی بے ثباتی تھا، ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۲ء کے درمیان ۳۸ حکومتیں بنیں جن میں سے آٹھ کو محض اس لیے برخاست کر دیا گیا کہ ان کا موقف برٹش تسلط کے خلاف تھا[۲۹] بارہا برطانیہ یا اقلیتی حکومتوں کی مخالفت کو دبانے کے لیے ایمرجنسی لگائی گئی۔ مزید برآں حکومتوں کے معمول میں یہ بات داخل تھی کہ وہ انتظامی ذرائع سے الکشن کے نتائج پر اثر انداز ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے وفد پارٹی نے ۱۹۳۱ء اور ۱۹۴۵ء میں دوبار الکشن کا بائیکاٹ کیا، اس طرح اخوان بھی قابل ذکر سیاسی پارٹی کی حیثیت سے ایک ہی بار منظر عام پر آئی۔ دوسرے حسن البنا کو سیاسی پارٹیوں کا منفی رول بالکل پسند نہ تھا۔ اسلام امت کے اتحاد پر زور دیتا ہے اور جب ملک غیر ملکی تسلط میں ہو تو اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ تیسرے چونکہ حسن البنا، ایک محتاط انسان تھے اس لیے انتخاب کے نظام کو براہ راست چیلنج کر کے دوسری پارٹیوں کی عداوت مول نہیں لینا چاہتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی مناسب نہیں سمجھا کہ ایک بنیاد پرست "نیشنلسٹ" پارٹی کی ابھرتی ہوئی طاقت کے ذریعہ شاہ اور برطانیہ کو خوفزدہ کیا جائے۔ اس صورت حال میں حسن البنا، نے ایسی تمام سیاسی پارٹیوں کو تحلیل کرنے اور ان کو ایک ایسی تنظیم میں ضم کرنے کا مطالبہ کیا جو قوم کی فلاح وبہبود کے لیے اسلام کی بنیاد پر کام کر رہی ہو[۳۰] انھوں نے واضح کیا کہ نمائندگی کے نظام پر حکومت چلانے کے لیے سیاسی پارٹیوں کا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ بہت سے ملک ایسے ہیں جہاں ایک پارٹی نظام قائم ہے[۳۱] اس کے باوجود حسن البنا نے مراسلت، سفارتی ذرائع اور نجی ملاقات کے ذریعہ وزیروں اور سیاسی لیڈروں کے ساتھ تعلق برقرار رکھا۔ وفد پارٹی سے رابطہ کے لیے انھوں نے احمد السکری کو اپنا پہلا قائم مقام بنایا۔ انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ ان کی تنظیم کی سرگرمیوں اور دوسری تنظیموں کے ڈھانچوں پر تنقید کرنے میں توازن ضروری ہے۔ اسی لیے اخوان نے کچھ وزراء اعظم (الماہر ۱۹۳۹ء، النحاس ۱۹۴۲ء، النقرشی ۱۹۴۵ء، اور اسماعیل صدقی ۱۹۴۶ء) کی بعض پالیسیوں کی حمایت کی[۳۲]

جنگ کے بعد کے اولین سالوں میں حسن البنا، نے اپنی تنظیم کے جلد از جلد

استحکام کے لیے دیدہ و دانستہ فوراً کسی سخت سیاسی اقدام سے گریز کیا[۲۶] جبکہ ۱۹۴۱ء کے بعد حسن البناء مزید سیاسی سرگرمیوں کے لیے راضی ہو گئے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں چھٹی کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ اخوان پارلیمانی انتخاب کے لیے جدوجہد کر سکتی ہے اور نتیجتاً ۱۹۴۲ء کے الکشن میں حسن البناء نے اپنی امیدواری کا اعلان کیا لیکن النحاس کی درخواست پر انھوں نے اپنا نام واپس لے لیا۔ ۱۹۴۵ء کے الکشن میں حسن البناء اور ان کے پانچ سینئر اخوانی ساتھیوں نے حصہ لیا مگر انتخاب میں گورنمنٹ کی بدعنوانی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے[۲۷]۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں سعدی حکومت نے سماجی تنظیموں کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے ممانعت کا قانون پاس کیا جو براہِ راست اخوان کے خلاف تھا۔ حسن البناء نے اپنے حسنِ تدبیر سے تنظیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک Societies for Charity and Socail Service جو ایک خود مختار ادارہ کے طور پر سماجی امور کی وزارت سے ملحق رہے گی اور دوسری اخوان المسلمین کی عام تنظیم General Association of the Muslim Brothers (هيئة الاخوان المسلمين العامة) جو دعوت اور معاشی و سیاسی امور سے متعلق ہو گی[۲۸]۔

یہ ایک اہم فیصلہ تھا جو اخوان کے دستور میں ترمیم چاہتا تھا جس میں سیاسی سرگرمیوں کی بہت زیادہ اجازت دی گئی ہو لیکن پہلی تنظیم کو کسی طرح بھی سیاسی پارٹی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ۱۹۴۵ء میں حسن البناء نے اپنی تنظیم کی سرگرمیوں کے ایک پہلو کے لیے "سیاسی پارٹی" کی اصطلاح استعمال کی[۲۹]۔ اگر اخوان کے لیے صحیح معنوں میں ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت سے کام کرنا قابل عمل نہ تھا تو پھر قابل غور یہ ہے کہ اپنے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے کیا ذرائع اختیار کیے۔

بہت سے لوگوں نے اخوان پر طاقت اور تشدد کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنے اور دستوری حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا الزام لگایا۔ یہی وہ بنیادی الزام تھا جسے دسمبر ۱۹۴۸ء میں نقراشی اور نومبر ۱۹۵۴ء میں جمال عبدالناصر نے تنظیم کو تحلیل کرنے اور ممبران کو قید کرنے کے لیے وجہ جواز کے طور پر پیش کیا تھا۔[۳۰] مکچل کے مطابق یہ ایک انصاف پسند جج کے بجائے کسی حریف کا فیصلہ معلوم ہوتا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں [illegible]رٹ نے اخوان کی سرگرمیوں کی چھان بین شروع کی تھی۔ اس نے مارچ ۱۹۵۱ء

میں یہ فیصلہ دیا کہ اخوانیوں پر حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش کا الزام بے بنیاد ہے[۵۱]۔ ایک ممتاز مؤرخ کے خیال میں جنھوں نے Free officers انقلاب کی حمایت کی تھی، جمال سالم کی سربراہی میں کام کرنے والی ملٹری کورٹ، جس نے ۱۹۵۴ء میں اخوانیوں پر مقدمہ چلایا تھا، مصر کی فوجی عدلیہ کی تاریخ میں سب سے بدتر تھی۔ اخوانیوں کو یقین تھا کہ ۱۹۴۸ء میں تنظیم پر برطانیہ کے دباؤ کی وجہ سے پابندی لگائی گئی اور عدالت میں اس کے ثبوت میں انھوں نے ایک دستاویز بھی پیش کی۔ یہ شبہہ بہر حال بے بنیاد نہ تھا۔

اخوان کی پانچویں کانفرنس میں حسن البناء نے واضح طور پر یہ بات کہی کہ "طاقت" اسلامی اصول کا ایک اہم جزو ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنے دشمنوں کے خلاف قوت و طاقت مہیا کرنے کی تلقین کی ہے۔ طاقت کی مختلف سطحیں ہوسکتی ہیں۔ اس سے مراد ایمانی قوت کے ساتھ جسمانی طاقت بھی ہے۔ کوئی بھی گروپ طاقتور نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اسے یہ تمام طاقتیں حاصل نہ ہوں۔ حسن البناء نے سامعین سے وعدہ کیا کہ جب ان کے پاس تین سو دستے روحانی، ذہنی اور جسمانی طور پر اچھی طرح تیار ہو جائیں گے تو وہ انھیں ہر طرح کے خطروں کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھائیں گے۔ انھوں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ "بارہ ہزار افراد قلتِ تعداد کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے"[۵۲]۔ مزید برآں انھوں نے شرکاء کو نصیحت کی کہ انھیں اپنی کامیابی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے، کیونکہ زبانی دعویٰ کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہوتی ہے لیکن جب عمل کے لیے یا جہاد کے لیے آگے بڑھنا ہوگا تو بہت تھوڑے لوگ باقی رہتے ہیں۔ اخوانیوں کو اس وقت عملی طاقت استعمال کرنا چاہیے جب اور کوئی چارۂ کار نہ رہ جائے اور وہ لوگ اس کے لیے اچھی طرح تیار بھی ہوں ایسی صورت میں انھیں صاف گو ہونا چاہیے اور اخوانیوں کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرنا چاہیے۔ مصر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخوانی نہ تو بغاوت کے متعلق سوچتے تھے اور نہ ہی انھیں اس سے اچھے نتیجہ کی امید تھی[۵۳]۔ پانچویں کانفرنس کے بعد سات سال کی مدت کے درمیان اپنے دو مشہور خطاب میں حسن البناء بہت ہی محتاط رہے۔ ایک تو ۱۹۴۱ء کی چھٹی کانفرنس میں ان کی تقریر زیادہ تر سیاسی نوعیت کی تھی جس میں مصر کی معاشی دشواریوں پر اظہارِ خیال کیا گیا تھا۔ اخوانیوں کے نصب العین کی کامیابی کے ذرائع سے

بحث کرتے ہوئے حسن البناء نے ترغیب، دعوت اور دستوری جدوجہد کے طریقہ پر زور دیا۔ انھوں نے واضح کیا کہ مزید ذرائع اس وقت اختیار کیے جائیں گے جب اخوانیوں کو اس کے لیے مجبور ہونا پڑے اور وہ پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی حیثیت واضح کرسکیں[۵۵] ۱۹۴۵ء میں مختلف علاقوں کے ذمہ داروں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے نئے قانون سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے دستوری ترمیمات کا ذکر کیا، لیکن اس موقع پر انھوں نے طاقت کے استعمال یا دوسرے ذرائع کے ذکر سے گریز کیا[۵۶]

اخوانیوں کی بعض سرگرمیوں مثلاً حسن البناء کی تقریروں سے اس با واضح ثبوت مل رہا تھا کہ وہ طاقت کے بل پر حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں حسن البناء نے فوجی تنظیم (النظام الخاص) کی بنیاد ڈالی، اسے ہتھیار اور بارود وغیرہ استعمال کرنے کی ٹریننگ دی جارہی تھی۔ اس تنظیم کے قیام کا جواز یہ کہہ کر پیش کیا گیا کہ اس سے مقصود ان زمینوں میں حفاظت ہے جو سوئز میں برطانیہ کے قبضہ میں ہے اور اس کا دوسرا مقصد فلسطین میں صیہونیوں کے خلاف جہاد ہے[۵۷] صرف اخوان ہی اس نوع کی تنظیم نہیں رکھتے تھے بلکہ بہت سی سیاسی پارٹیاں جیسے Youngmens Wafd، youngEgypt Party اور Muslim association، the National Party بھی اپنی فوجی تنظیمیں قائم کیے ہوئے تھیں جو کھلے عام مصر کی سڑکوں پر بم اور ہتھیار کے ساتھ مارچ کرتی تھیں[۵۸] اسے گورنمنٹ کی طرف سے نظر انداز کیا جارہا تھا اور عرب لیگ کی جانب سے ان کی حوصلہ افزائی ہورہی تھی[۵۹]۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں "النظام الخاص" کے ممبران پر ہائی کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا لیکن اسے اخوان کی کسی مجرمانہ سرگرمی کا کوئی ثبوت نہ ملا۔ اس نے یہ فیصلہ سنایا کہ اس کا مقصد دراصل دریائے نیل کی بازیابی اور اسلامی ملکوں کی آزادی ہے[۶۰]

اخوانیوں کو مختلف پُرتشدد واقعات کے لیے موردِ الزام ٹھہرایا گیا، مثلاً برطانوی ٹھکانوں اور یہودی کمپنیوں پر بم پھینکنا، اور احمد الخازندر کو قتل کرنا جس نے اس تنظیم کے ایک ممبر کے لیے بہت سخت سزا سنائی تھی، جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے برطانوی سپاہیوں پر حملہ کیا تھا، وزیر اعظم محمود النقراشی کو قتل کیا تھا، اور جس نے

حامد جودہ کو غلطی سے ابراہیم نقرشی کا جانشین ابراہیم عبدالہادی سمجھتے ہوئے مار ڈالا تھا[۶۱]۔ اخوانیوں کے مخصوص اہل کار، قتل کی ان واردات کے لیے ملزم ٹھہرائے گئے اور ان میں سے کچھ گرفتار کیے گئے جن پر بعد میں مقدمہ بھی چلا۔

حسن البناء نے ان پر تشدد واقعات کی تردید کی، خاص طور سے النقرشی کے قتل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "اخوان کے ذمہ داروں کی جانب سے اس کی کوئی اجازت نہیں دی گئی تھی اس لیے وہ اس کے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جا سکتے، وزیر داخلہ کو خط لکھ کر انھوں نے بتایا کہ تشدد کے مرتکبین نہ اخوانی ہو سکتے ہیں اور نہ مسلمان[۶۲]۔ اور یہ بہت تکلیف دہ بات تھی جس سے ان کے بہت سے پیروکار متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ۱۹۴۳ء میں الخازندر کی موت کے بعد حسن البناء کو احساس ہوا کہ وہ زیادہ دنوں تک "النظام الخاص" پر قابو نہیں رکھ سکتے[۶۳]۔ ایسا اس لیے کہ اس وقت النظام الخاص کے سرکردہ قائدوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور حسن البناء جونیر لیڈروں سے کوئی رابطہ قائم نہ کر سکے، دوسرے النظام الخاص کے رہنماؤں کا خیال تھا کہ حسن البناء حکومت کے تئیں نرم رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ حسن البناء نے النظام کے ایک نئے لیڈر کو منتخب کر کے ایک جرأتمندانہ قدم اٹھایا۔ بہرحال جنگ کے فوراً بعد کے سالوں میں قاہرہ میں سیاسی تشدد ایک معمول بن گیا اور یہ صرف کسی ایک سیاسی پارٹی تک محدود نہ رہ سکا، اتنا کہنا کافی ہے کہ فوجی افسر، یہاں تک کہ گورنمنٹ بھی اس سیاسی تشدد میں شریک تھی[۶۴]۔ اگست ۱۹۵۴ء میں چار پولیس افسروں کو ایک طویل مدت تک اس جرم کی پاداش میں قید کیا گیا تھا کہ انھوں نے حسن البناء کے قتل کے احکام کی تعمیل کی تھی۔ اس بات کے واضح ثبوت مہیا تھے کہ اس قتل میں شاہ اور وزیراعظم بھی ملوث تھے[۶۵]۔ شاہ فاروق نے اپنے فوجی ایجنٹوں کے ذریعہ النحاس کو دوبار قتل کرنے کی کوشش کی[۶۶]۔

اگر النظام الخاص کے قیام کو اس وجہ سے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس کا مقصد برطانوی حکومت اور یہودیوں کے خلاف سرگرمیوں کو آگے بڑھانا تھا تو پھر اس طرح فوج اور پولیس کے اندر مخصوص Cell کے قیام کی توجیہ مشکل ہے۔ بظاہر حکومت کو ختم کرنا ہی اس کی اصل وجہ ہو سکتی ہے۔ حسن البناء نے فوج میں سپاہیوں

کی بھرتی اوران کی تنظیم کے لیے پولیس آفیسر صلاح شاذی کی نگرانی میں ایک فوجی شعبہ ''الوحدۃ العسکریۃ'' کے نام سے قائم کیا تھا کچھ عرصہ بعد تمام اخوانی ممبران فوج سے اس وقت الگ کردئے گئے جب میجر محمود لبیب فوج کے سربراہ بنے[٦٦] انورسادات نے اس بات کی تردید کی ہے کہ انھوں نے حکومت وقت کو ختم کرنے کی خاطر ایک فوجی تنظیم قائم کرنے کے لیے حسن البنا سے اپنی کوششوں کا ذکر کیا تو حسن البنا نے انھیں کچھ تفتیش کے بعد بتایا کہ وہ ان کی کوششوں میں تعاون دے سکتے ہیں[٦٧] یہ صورت حال اس وقت پیش آئی جب جولائی ١٩٥٢ء میں Free Officers نے انقلاب برپا کیا۔ فروری ١٩٤٨ء میں یمن کے حکمران امام یحییٰ کے خلاف تختہ الٹنے میں حسن البنا نے بھی اس توقع کے ساتھ بھرپور حمایت کی کہ اس کے نتیجہ میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آئے گا[٦٨]

اختتامیہ:۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن البنا مصر میں عوامی حمایت کے ساتھ اور فوجی طاقت کے ذریعہ ایک اسلامی حکومت کے قیام کے منصوبہ پر نہایت ہوشمندی کے ساتھ عمل پیرا تھے۔

ایک بار انھوں نے کہا:

اس صورت حال میں اقتدار کے لیے آگے بڑھنے کے بجائے اخوانیوں نے (اپنے طرز عمل سے) زیادہ ہوشمندی کا ثبوت دیا، تاکہ ان کے نظریات سے لوگ آشنا ہوجائیں، اور وہ عوامی مقبولیت حاصل کرلیں ان کی خواہش تھی کہ لوگ اپنے ذاتی مفادات کی بہ نسبت عوامی فلاح وبہبود کو ترجیح دینا سیکھیں[٦٩]

انھوں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ہرممکن کوشش کی اوراس میں کافی حد تک کامیابی حاصل کی، لیکن بہت سے لوگ ان کے سخت مخالف تھے۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ حسن البنا دوسرا طریقہ اختیار کرسکتے تھے، برطانیہ کے زیر تسلط اور خطاکار بادشاہ فاروق کے وسیع دستوری اختیارات کے تحت مصر میں کسی انقلابی پارٹی کو تو چھوڑ دیجئے، کوئی مقبول سیاسی پارٹی بھی صرف جمہوری طریقے سے اقتدار تک نہ پہنچ سکی۔ حسن البنا نے یہ واضح کیا کہ وہ معتدل اور نرم خو رہنما تھے، جو ممکن حد تک سیاسی سمجھوتہ کرسکتے تھے اوراسی کے ساتھ ان میں یہ بھی اہلیت تھی کہ وہ بلا تکلف یا بلا جھجک

اپنے حامیوں کو انتہائی یا متشددانہ اقدام سے روک سکتے تھے۔ یہاں ایک شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ اگر مصر میں حالات مختلف ہوتے تو کیا وہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا طرزِ عمل اختیار کرتے۔

حواشی و مراجع

1. Mitchell R.P. : The Society of the Muslim Brothers, London Oxford University Press 1969, P 328.

Safran, N, Egypt in Search of Political Community, Cambridge, Mass Harvard University Press 1961 P 202;

ذکی شوقی: الاخوان المسلمون والمجتمع المصری، قاہرہ، دارالنصر دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۰ء ص۴۲

۲ البنا حسن: رسالۃ التعلیم فی مجموعۃ الرسائل للامام الشاہد حسن البنا، بیروت، دارالقلم ص۷

3. See Esposito, JL (ed) Voice of Resurgent Islam, Oxfor, Oxford University Press 1983

۴ البنا حسن: المؤتمر الخامس (فی مجموعۃ الرسائل.....) ص۲۴۹-۲۴۸

۵ ذکی شوقی، مذکورہ بالا کتاب ص۱۳

6. Karpat, KH(ed), Political & Social thaught in the Contemporary Middle East, LONDON Pall Mall Press 1968 P 115

7. Al- Sadat Anwar, In search of Identity, NEW YORK Harper Colophon Books 1979, P 22

۸ البشری: الدیمقراطیہ ونظام، ۲۳ رجولائی ۱۹۵۲ء، ۱۹۷۰ء بیروت، مؤسسۃ الابحۃ العربیہ ۱۹۸۶ء ص۱۱

9. Hopwood,D, Egypt: Politics and Society 1945-1984, LONDON Allen and Unwin, 2nd (ed) 1985 P-200

۱۰ البنا حسن: بین الامس والیوم (فی مجموعۃ الرسائل.....) ص۲۱۷-۲۰۹

۱۱ " " ص۲۲۳-۲۲۰

۱۲ ایضاً ص۲۲۰-۲۲۱، ۱۳ ایضاً ص۲۱۶

۱۴ ایضاً ص۲۲۵ ۱۵ البنا حسن: المؤتمر الخامس، ص۲۸۴-۲۸۵

۳۵۲

۱۶ البنا : مشکلاتنا فی دعوی النظم الاسلامی (فی مجموعۃ الرسائل ...) ص ۳۵۵ - ۳۵۶، محمود عبدالحلیم الاخوان المسلمون : احداث سنۃ التاریخ اسکندریہ، دارالدعوۃ ۱۹۸۷، ص ۱/ ۳۱۹

۱۷ البنا : بین الامس والیوم (فی مجموعۃ الرسائل ...) ص ۲۱۶

۱۸ دیکھئے عودہ : الاسلام وعودنا السیاسیۃ،

۱۹ البنا : مشکلاتنا ..... ص ۳۷۳ - ۳۷۶، (۱۸۸۲ء میں مصر، برطانیہ کے زیر تسلط آیا تھا۔

۲۰ دیکھئے، البشری، ص ۱۶۱ ۲۱ البنا : مشکلاتنا، ص ۳۶۸ - ۳۶۹،

۲۲ البنا : المؤتمر الخامس، ص ۲۷۶ - ۲۷۸، رسالۃ نحو النور (فی مجموعۃ الرسائل ...) ص ۱۹۲

۲۳ البنا : مشکلاتنا ....ص ۳۴۲ - ۳۴۳۔ ۲۴ ایضاً ص ۳۷۸

۲۵ ایضاً ص ۳۷۹ - ۳۸۰

۲۶ ذکی : کتاب مذکورہ بالا، ص ۲۸، عبدالحلیم : کتاب مذکورہ بالا ص ۱/ ۳۲۶ - ۳۲۸ ۔

Mitchell, op Cit, P33

۲۷ البنا : حسن البنا، مبادیٔ واصول فی مؤتمرات خاصۃ، قاہرہ، الموسستہ الاسلامیہ ۱۹۸۰ء ص ۸۳

28. Hopwood op cit PP 12-13

۲۹ البنا : مشکلاتنا .... ص ۳۴۶ - ۳۴۹ ۳۰ ذکی : کتاب مذکورہ بالا ص ۱۷۴ - ۱۷۷۔

۳۱ البنا : مشکلاتنا، ص ۳۹۱ - ۳۹۲

۳۲ البنا : " ص ۳۸۸ - ۳۸۹، مبادیٔ واصول ....ص ۸۷ مشکلاتنا، ص ۴۰۰ ۔

۳۳ البنا : مبادیٔ واصول ....ص ۸۶ ۳۴ البنا : مشکلاتنا .... ص ۴۰۸

۳۵ مزید تفصیلات دیکھئے، ذکی : کتاب مذکورہ بالا، ص ۲۰۸ - ۲۱۲

۳۶ ذکی : کتاب مذکور، ص ۲۰۸

۳۷ البنا : المؤتمر الخامس ص ۲۷۳، عبدالحلیم : کتاب مذکور ص ۱/ ۱۲۹ نیز ۱/ ۲۹۷ ۔

۳۸ عبدالحلیم : کتاب مذکور، ص ۱/ ۱۴۷ - ۲۵۸، مچل : مذکورہ بالا کتاب ص ۱۴۱

۳۹ البنا : المؤتمر الخامس، ص ۲۷۲ ۴۰ Mitchell, op cit, p 33

۴۱ شادی صلاح : صفحۃ من التاریخ، حسدالعمر، کویت، شرکۃ الشعاع للنشر ۱۹۸۱ء ص ۳۴

۴۲ دیکھئے، البشری : مذکورہ بالا کتاب، ص ۱۰ - ۱۴ ۔

۴۳ه البنا: مشکلاتنا .... ص ۳۷۶

۴۴ه البنا: المؤتمر الخامس ص ۲۸۸،

۴۵ه رمضان، عبدالعظیم: الاخوان المسلمون والتنظیم السری، قاہرہ ۱۹۸۲ء ص ۳۴-۶۶-۶۸
عبدالحلیم: کتاب مذکورہ بالا ۱/۲۹۶-۳۱۲-۳۵۵۔

۴۶ه عبدالحلیم: کتاب مذکورہ بالا ۱/۲۲۰

۴۷ه ایضاً ۱/۳۲۶-۳۲۷، ذکی: کتاب مذکورہ بالا، ص ۲۸ *Mitchell, op, cit, P 33*

۴۸ه عبدالحلیم ص ۲/۵۲، ۱۹۶-۱۹۷، ذکی: مذکورہ بالا ص ۲۹

۴۹ه البنا: مبادیٔ واصول ص ۱۶

۵۰ه دیکھئے تحلیل کے متعلق بیان، شادی: مذکورہ کتاب ص ۴۰-۴۳، رمضان: مذکورہ بالا کتاب ص ۱۳-۱۵، Mitchell, op, cit P 58-59

51. Mitchell, op, cit P-78

۵۲ه ایضاً ص ۷۷، رمضان: مذکورہ بالا کتاب ص ۱۵، ذکی: مذکورہ کتاب ص ۳۸۔
عبدالحلیم: مذکورہ بالا کتاب ۲/۳۵-۴۱، ۵۵۔

۵۳ه ایضاً: المؤتمر الخامس ص ۲۵۸، ۲۶۹، ۲۷۰، یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حنبل سے نقل ہے۔

۵۴ه البنا: المؤتمر الخامس ص ۲۷

۵۵ه البنا: مبادی واصول ص ۹۰-۹۱

۵۶ه البنا: المؤتمر الخامس، ایضاً ص ۹-۳۴

۵۷ه شادی: مذکورہ بالا کتاب، ص ۸۴، Mitchell, op cit PP-76-77

۵۸ه ایضاً ص ۶۰

۵۹ه عبدالحلیم: کتاب مذکورہ بالا، ۲/۵۳-۵۴،

60. Mitchell, op, cit P 77

۶۱ه ایضاً ص ۶۶-۱۷ عبدالحلیم: کتاب مذکورہ بالا ۲/۴۶

۶۲ه عبدالحلیم: مذکورہ کتاب، ۲/۴۸-۵۱ Mitchell, op,cit PP-62-68

۶۳ه شادی: مذکورہ کتاب ص ۹۴ Mitchell, op, cit PP 62-68

۶۴ه سادات: مذکورہ کتاب، ص ۵۸-۶۴، شاہ فاروق کی فوج میں "الحرس العسکری" نام کی اس کی اپنی خفیہ تنظیم تھی۔ Mitchell, op, cit PP-60-63

شادی: مذکورہ کتاب، ص ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۳۷

۶۵ عبدالحلیم: مذکورہ کتاب، ۲/ ۱۶۱ - ۱۶۲ Mitchell, op,cit P-71

۶۶ شادی: مذکورہ کتاب ص ۳۹ - ۴۱

۶۷ ایضاً ص ۳۲، Sadat op cit P-23

۶۸ سادات: ص ۲۲ Al-Abidin, at Tayyib Z

The Free Yameni Movement (1940-48) and its ideas on reform, in Middle Eastern Studies, LONDON Vol. 15 No.1 January 1979 PP 36-48

عبدالحلیم: کتاب مذکورہ بالا ۱/ ۴۰۸

۷۰ البنا: المؤتمر الخامس ص ۲۷۳ العلم ڈربن یونیورسٹی۔ جولائی تا دسمبر ۱۹۹۱ء

ادارہ تحقیق وتصنیف کی گراں قدر مطبوعات

معرکۂ اسلام وجاہلیت	مولانا صدر الدین اصلاحی	صفحات ۲۱۶	قیمت	۲۵/=
صحت ومرض اور اسلامی تعلیمات	مولانا سید جلال الدین عمری	صفحات ۳۸۸	قیمت	۷۰/=
اسلام میں خدمت خلق کا تصور	"	" ۱۷۶	"	۲۵/=
مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ	"	" ۲۰۰	"	۳۵/=
اسلام اور مشکلات حیات	"	" ۸۸	"	۸/=
مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	" ۵۹۱	"	۱۰۰/=
مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام	"	" ۱۰۲	"	۲۰/=
ایمان وعمل کا قرآنی تصور	الطاف احمد اعظمی علیگ	" ۲۸۰	"	۲۵/=
تصوف۔ ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر عبیداللہ فراہی	" ۲۰۰	"	۲۵/=
عہد نبوی کے غزوات وسرایا	ڈاکٹر رؤف اقبال	" ۲۲۷	"	۲۵/=

مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ